سایہ (shadow) پرچھائیں، ہلکا اندھیرا نہیں اپنے آپ میں ایک حقیقت ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَٱللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّمَّا خَلَقَ ظِلَـٰلًا

''اور اللہ ہی نے تمہارے لئے ان چیزوں سے جو اس نے پیدا کی ہیں سائے بنائے'' (حوالہ النحل۔۸۱)

قرآنِ مجید نے سائے (shadow) کی حقیقت کو روشنی کے حوالے سے بیان فرمایا۔ سورۃ الفرقان کی آیت ۴۵ میں ارشاد فرمایا

أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ ٱلظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهُۥ سَاكِنًا

''کیا تو نے اپنے رب (کی قدرت) کی طرف نہیں دیکھا کہ اس نے سائے (shadow) کو کیسے لمبا کیا (بچھایا) ہے؟
اور اگر وہ چاہتا تو اسے (گھٹنے، بڑھنے کی بجائے) ساکن بھی رکھ سکتا تھا

ثُمَّ جَعَلْنَا ٱلشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۝

بعدازاں ہم نے سورج (کی روشنی) کو اس پر ''دلیل'' بنایا''۔

دَلِيلًا کے معنی اور مفہوم پر غور کرنے سے اندازہ ہوگا کہ اللہ رب العزت نے سورج کی روشنی کو سمجھنے اور غور وفکر کیلئے انسان کو بنیاد مہیا کر کے تحقیق کی دعوت دی ہے۔ دَلِيلًا کا مادہ ''دل ل'' ہے۔ دَل المراء بیوی کا اپنے شوہر سے ناز نخرے کرنا، اس کا فرط ناز میں ایسی حرکتیں کرنا جن سے بظاہر نظر آئے کہ شوہر کی مخالفت کر رہی ہے لیکن درحقیقت ایسا نہ ہو۔ کسی کو راستہ دکھا دینے نیز علامتوں سے کسی چیز کا پتہ بتا دینے کو کہتے ہیں۔ جناب راغب نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ چیز ہوتی ہے جس سے کسی دوسری چیز کی معرفت حاصل کی جائے۔ ابن فارس نے کہا ہے کسی چیز کو کسی ایسی علامت کے ذریعے ظاہر کر دینا جسے تم غور وفکر کے بعد بتدریج جانو۔

سایہ (shadow) کیا ہے؟ یہ کیسے ''وجود'' میں آتا ہے؟ کیا ہمارا سایہ روشنی (visible light) کی شعاعوں کے سامنے آڑ، رکاوٹ بننے سے پیدا ہوتا ہے (یا بنتا ہے)؟ یا شعاؤں کے جذب (absorb) ہونے سے بنتا ہے جیسے ایکس رے X) (rays بھی تو سایہ، shadow, Image بناتی ہیں۔ یا سایہ روشنی (visible light) کی شعاعوں کے علاوہ دوسری شعاعوں (rays,radiation) کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہونے سے وجود پذیر ہوتا ہے؟ electromagnetic radiation کا علم رکھنے والے ہی اس بارے میں بہتر انداز میں جواب دے سکتے ہیں کیونکہ مجھے روشنی اور انرجی کے متعلق عبور حاصل نہیں۔ انسائکلو پیڈیا کو

کھنگالنے کے بعد بھی اس سوال کا خاطر خواہ جواب نہیں مل سکا۔قرآنِ مجید نے سورۃ فاطر میں بتایا

وَمَا يَسۡتَوِي ٱلۡأَعۡمَىٰ وَٱلۡبَصِيرُ ﴿١٩﴾ وَلَا ٱلظُّلُمَٰتُ وَلَا ٱلنُّورُ ﴿٢٠﴾ وَلَا ٱلظِّلُّ وَلَا ٱلۡحَرُورُ ﴿٢١﴾

''اور اندھا اور دیکھنے والا برابر (ایک جیسے) نہیں ہوتے۔اور نہ اندھیرے اور روشنی۔اور نہ سایہ اور دھوپ ایک جیسے ہوتے ہیں''

ان آیات سے واضح ہے کہ سائے، **shadow** کا تعلق بھی روشنی، **electromagnetic radiation** ہی سے ہے لیکن یہ اندھیرے **(darkness)** کے مترادف، **synonym** نہیں ہے اگرچہ ایک حد تک اندھیرے **(darkness)** کے مشابہ ہے لیکن روشنی اور بصیر (دیکھنے والا) کا الٹ، **antonym** نہیں ہے کہ اندھا سائے اور دھوپ میں با آسانی فرق کر سکتا ہے جبکہ اندھیرے اور روشنی اس کیلئے کوئی معنی اور فرق نہیں رکھتے۔

ٱلظِّلُّ کا مادہ ''ظ ل ل'' ہے اور اس کے معنی سایہ، دھوپ نہ ہونا ہیں۔تپتے ریگستانوں میں سایہ راحت و آسائش کا سبب ہے اس بناء پر راحت و آسائش کی ہر چیز کا کنایہ ہے۔ابن فارس نے کہا کہ اس کے بنیادی معنی ایک چیز کا دوسری چیز کو چھپا لینا ہیں۔اور ٱلۡحَرُورُ کا مادہ ''ح ر ر'' ہے اور معنی تپش، گرمی، دھوپ، حرارت ہیں۔قرآنِ مجید نے ٱلظِّلُّ، سائے کے متعلق بتایا ہے کہ اس میں حرارت، تپش نہیں ہوتی۔روز قیامت بائیں ہاتھ والوں یعنی دوزخیوں کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ ایسے ماحول میں ہوں گے

وَظِلّٖ مِّن يَحۡمُومٖ ﴿٤٣﴾

''اور سیاہ دھویں کی چھاؤں میں''۔ لیکن یہ چھاؤں اصل سایہ سے مختلف ہوگی کیونکہ

لَّا بَارِدٖ وَلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾

''یہ (سایہ، چھاؤں) نہ ٹھنڈی ہوگی، نہ آرام دہ'' (الواقعة ۔۴۳۔۴۴)

اس طرح قرآنِ مجید نے ٱلظِّلُّ، سائے کی بنیادی صفت یہ بتائی ہے کہ یہ 'بارد' یعنی ٹھنڈا ہے، گرمی، تپش، حرارت کی ضد ہے۔

''چلو اس کی طرف جسے تم جھٹلاتے تھے''۔ناکام ہونے والوں لوگوں کو دوزخ کی جانب لے جایا جائے گا۔یہ کیسا ماحول ہے؟

ٱنطَلِقُوٓاْ إِلَىٰ ظِلّٖ ذِي ثَلَٰثِ شُعَبٖ ﴿٣٠﴾ لَّا ظَلِيلٖ وَلَا يُغۡنِي مِنَ ٱللَّهَبِ ﴿٣١﴾

چلو تین جہتوں والی ''چھاؤں'' کی طرف۔جو نہ سایہ دیتی ہے اور نہ تپش، حرارت سے بچاتی ہے'' (حوالہ المرسلات ۔۲۹۔۳۱)

إِنَّهَا تَرۡمِي بِشَرَرٖ كَٱلۡقَصۡرِ ﴿٣٢﴾ ''وہ پھینکتی ہے کوتاہ اور مختصر، سمٹی ہوئی چنگاریاں''

كَأَنَّهُۥ جِمَـٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ ''گویا وہ چنگاریاں مانند زرد (yellow) اونٹ ہوں''۔ (المرسلات ۳۲-۳۳)

ٱللَّهَبِ کا مادہ ''ل ھ ب'' ہے اور معنی ہیں شعلے کی حرارت، تپش۔ ''شرر'' کا مادہ ''ش ر ر'' ہے اور اس کے معنی چنگاریاں ہیں جو آگ پھینکتی ہیں۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اس مادہ کے بنیادی معنی منتشر ہو جانے، ادھر اُدھر اُڑ جانے اور بکھر جانے کے ہیں۔ اور ''قصر'' کے معنی طویل نہ ہونا، کوتاہ، مختصر ہونا، سمٹا ہوا ہیں۔

تپش، حرارت کا سبب سورج سے خارج ہونے والی Infra-red radiation ہے جو electromagnetic energy ہی کی ایک شکل ہے اور وہ طویل نہیں ہوتی بلکہ کوتاہ، سمٹی ہوئی ہوتی ہے ثُمَّ جَعَلْنَا ٱلشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۝ پھر ہم نے سورج کو اس پر ''دلیل'' بنایا''۔ اس طرح واضح ہے کہ سائے کا ''وجود'' سورج کی **Infra-red radiation** سے محفوظ ہوتا ہے۔ عام فہم انداز میں انسائکلو پیڈیا اینکارٹا میں اس ''حرارت'' کو یوں بیان کیا گیا ہے:

Infrared radiation is another form of electromagnetic energy, similar to visible light and radio waves, but differing by its wavelength (or frequency); all such waves travel at the speed of light in a vacuum. Infrared wavelengths begin around 0.0007 mm just beyond the reddest light that the human eye can detect, this is called the "near" infrared, and grow in size to about 0.35 mm in the "far" infrared. Wavelengths larger than this belong to the sub-millimeter, microwave and radio parts of the electromagnetic spectrum. Infrared radiation is also called "thermal" or heat radiation.

سائے کے مقابل ٱللَّهَبِ حرارت، تپش بتائی گئی اور اس حرارت کا سبب کوتاہ، مختصر، سمٹی ہوئی ''چنگاریاں'' ہیں اور ان چنگاریوں کو زرد **(Yellow)** اونٹوں سے تشبیہ دی گئی۔ ہر گرم چیز **infrared radiation**، حرارت کو خارج **(emit)** کرتی ہے۔ اور اس حرارت کی **wavelength** کوتاہ، مختصر اور سمٹی ہوئی ہوتی ہے۔

سایہ آنکھ کو دکھائی دینے والا ایک ہلکا اندھیرا نہیں۔ سایہ اپنے آپ میں ایک حقیقت ہے۔ یہ انسان کے اس مادی جسم (شئے) کی پرچھائیں ہے جس پر اس کا مکمل اختیار ہے اور اس کے تابع ہے۔ مادی جسم انسان کے اس قدر تابع اور بس میں ہے کہ اپنی مرضی سے چاہے بھی تو اپنے رب کے حضور سجدہ ریز نہیں ہو سکتا لیکن اس جسم کی پرچھائیں، سائے پر انسان کو کچھ اختیار حاصل نہیں۔ اللہ رب العزت

نے سورۃ الرعد کی آیت ۱۵ میں ارشاد فرمایا:

وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَالُهُم بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۩ ﴿١٥﴾

''اور آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے، خوشی اور ناخوشی سے اللہ ہی کو سجدہ کرتا ہے اور صبح و شام ان کے سائے بھی سجدہ ریز ہوتے ہیں'
(آیت سجدہ ہے۔ آئیں اپنے رب کو سجدہ کریں)۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ
وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِّلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ ﴿٤٨﴾

''اور کیا انہوں نے ان چیزوں کو نہیں دیکھا جو اللہ نے پیدا کی ہیں کہ ان کے سائے دائیں اور بائیں پڑتے ہیں،
اللہ کو عاجزی سے سجدہ کرتے ہوئے؟'' (سورۃ النحل۔۴۸)

سایوں، **shadows** کے سجدہ کو صبح اور شام کے حوالے سے بتایا گیا ہے جن کی پہچان، تعلق سورج کے حوالے سے ہے اور سورج ہی کو سائے پر دلیل بتایا گیا ہے۔ اور سورۃ الفرقان کی آیت ۴۶ میں سائے کے متعلق بتایا

ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ﴿٤٦﴾

''پھر اسے آرام سے اپنی طرف سمیٹ لیا''۔

سایہ ہلکا اندھیرا نہیں، سایہ اپنے آپ میں ایک حقیقت ہے۔

اللہ رب العزت نے باہم گر طبقات، پیوست گروں کے انداز میں سات آسمانوں کی تخلیق اور آسمان دنیا کے متعلق بتایا ہے

وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُّنِيرًا ۝

''اور آسمان (دنیا) میں چراغ (سورج) بنایا اور چاند کو منیر (روشنی منعکس کرنے والا) بنایا'' (حوالہ سورۃ الفرقان۔۶۱)

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾

''اور ان (ساتوں آسمانوں) میں قمر (چاند) کو نور بنایا اور شمس (سورج) کو چراغ'' (سورۃ نوح۔۱۶)

وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ﴿١٣﴾

''اور ہم نے چراغ (سورج) کو دہکتا منبع حرارت بنایا'' (النباء۔۱۳)

الشَّمْسَ کو سِراجًا کہا گیا۔ اس کا مادہ ''س ر ج'' ہے اور معنی ہیں چراغ، ہر وہ چیز جو روشنی دے۔ اور قرآنِ مجید نے سِراجًا کے

متعلق بتایا کہ اسے وَهَّاجًا بنایا ہے۔اس کا مادہ ''وھج'' اور معنی آگ کا روشن ہونا، جلنا اور بھڑکنا، اور آگ کی حرارت (energy) ہیں

وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ﴿١﴾

''قسم سورج کی اور اس کی دھوپ کی'' (الشمس۔۱)

دھوپ میں حرارت ہے۔ اس طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ سورج میں سے روشنی اور حرارت خارج ہوتی ہے۔اندھا روشنی کو دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہونے کے باوجود سورج،دن کو محسوس کر سکتا ہے۔سایہ اور دھوپ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ اس لئے سایہ (shadow) اندھیرے کا مترادف نہیں ہے۔

روشنی (Light) انسان کیلئے ابتدا ہی سے ایک مشکل اور پیچیدہ مضمون رہا ہے۔قرآنِ مجید نے سورج اور چاند کی روشنی کو الگ الگ نام دیئے ہیں۔ اَلشَّمْسَ کو سِرَاجًا وَهَّاجًا لیکن چاند کو قَمَرًا مُّنِيرًا (روشنی منعکس کرنے والا، reflecter) قرار دیا ہے۔سورج کو وَهَّاجًا قرار دیتے ہوئے یہ بھی بتایا

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا

''اسی اللہ نے سورج کو 'ضیاء' بنایا اور چاند کو 'نورًا' بنایا ہے'' (حوالہ یونس۔۵)

لغت میں ''ضِيَـــاءً'' کا مادہ ''ض وا'' اور معنی نور، روشنی لکھے ملتے ہیں۔زمخشری نے لکھا ہے کہ یہ لفظ نور سے زیادہ شدت اور قوت رکھتا ہے۔اور بعض کے مطابق ''یہ کسی کی ذاتی روشنی کو کہتے ہیں اور نور اس روشنی کو کہتے ہیں جو دوسرے سے اکتساب کی گئی ہو'' (تاج)۔

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِن جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِضِيَاءٍ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴿٧١﴾

''آپ (ﷺ) کہیں ''کیا تم نے غور کیا کہ اگر اللہ روز قیامت تک ہمیشہ کیلئے تم پر رات رکھے
تو اللہ کے سوا کون الٰہ ہے جو تمہارے پاس ضیاء لائے گا؟ کیا تم سنو گے نہیں؟'' (القصص۔۷۱)

سورج،آگ سے پیدا ہونے والی ضِيَآءً دنیا میں چکا چوند اور مادے میں حرکت (atoms are excited) پیدا کر دیتی ہے، اور دنیا کی اس چکا چوند میں جذب ہو جانے والوں کو دکھائی کم ہی دیتا ہے، فرمایا أَفَلَا تَسْمَعُونَ ''کیا تم سنو گے بھی نہیں؟''۔ بصارتوں کے علاوہ ایک سماعت ہی ہے جو علم، غور و فکر، روشنی کی منزل پر لے جا سکتی ہے۔قرآنِ مجید نے واضح فرمایا ہے کہ جلائے جانے پر آگ اپنے اردگرد، ماحول کو ضِيَآءً دیتی ہے، روشن و متحرک کرتی ہے، اور بصارت (نور) کیلئے قابل احساس بناتی ہے۔منافقین کے

طرزِ عمل کی مثال بتائی:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ أَضَآءَتْ مَا حَوْلَهُۥ

''ان (منافقین) کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جنہوں نے آگ جلائی تو جب ماحول منور ہوگیا تو

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِي ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ٥

اللہ ان کا ''نور'' لے گیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ اب دیکھ نہیں سکتے'' (البقرۃ۔١٧)

آگ جلانے پر ماحول کو ضیاء ملی لیکن بصارت اور اندھیرے کا تعلق ''نور'' سے ہے۔ بتایا گیا کہ

كُلَّمَآ أَضَآءَ لَهُم مَّشَوْاْ فِيهِ وَإِذَآ أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُواْ جب بھی ان کیلئے جگہ کو روشن، منور کیا جاتا ہے تو وہ اس میں چل پڑتے ہیں، اور جب ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو ساکت ہو جاتے ہیں (حوالہ البقرۃ۔٢٠)۔ ضیاء سے ماحول منور، روشن، متحرک ہو جاتا ہے۔ آگ سے پیدا ہونے والی ضِيَآءً میں سے جس شئے نے ماحول کو بصارتوں کیلئے عیاں کیا وہ ''نور'' ہے جو انسان کو حرکت، عمل میں معاونت کرتا ہے۔ ضِيَآءً نہ ہو تو اندھیرا چھا جاتا ہے اور یوں ضِيَآءً اور اندھیرا ایک دوسرے کی (antonym) ضد ہیں

سورۃ البقرۃ کی آیت ١٧ اور سورۃ النور کی آیت ٣٥ سے واضح ہے کہ بنیادی طور پر ضِيَآءً آگ کا نتیجہ ہے

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ

''قریب ہے کہ اس کا تیل (روغن زیتون) روشن (ضِيَآءً) ہو جائے اگرچہ اسے آگ نے چھوا بھی نہ ہو'' (حوالہ النور۔٣٥)

یہ کہہ کر کہ ''اگرچہ اسے آگ نے چھوا بھی نہ ہو'' واضح فرمایا کہ ضِيَآءً اگرچہ اس شئے، روشنی کو کہتے ہیں جو آگ کے جلائے جانے پر ماحول کو روشن، بصارتوں کیلئے واضح، قابل محسوس بناتی ہے لیکن ''نور'' باعث ضِيَآءً یعنی منور اور اجالا کرنے کیلئے ہے جو بصارت پیدا کرتا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ ضیاء میں دو باتیں ہیں ایک ''نور، روشنی، بصارت'' اور دوسری آگ یعنی تپش اور حرارت۔

نور دکھائی دینے والی روشنی (visible light) ہے جو اندھیروں کو مٹا دیتی ہے۔ اور یہ بارد ہے کہ اس میں حرارت، تپش نہیں۔ اور یہی دنیا میں حیات (بذریعہ رزق، plant photosynthesis) کی ضامن ہے۔ قرآنِ مجید نے ''نور'' کو ظُلمات کے مقابل بیان کیا ہے۔ فرمایا وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّورَ ''اور اندھیرے (تاریکیاں) اور نور پیدا کیا'' (حوالہ الانعام۔١)

نور صیغہ واحد ہے اور اندھیرے کیلئے ہمیشہ جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ جہاں روشنی (نور، visible light) نہ پہنچے اندھیرے جنم لیتے ہیں۔ سورۃ النور میں یہ مثال دینے کے بعد کہ ''کفار کے اعمال صحرا کے اس سراب کی مانند ہیں جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے'' آیت ٤٠ میں

کفار کی حالت کی جو تشبیہ دی گئی ہے اس سے 'اَلظُّلُمٰتُ' کی تعریف، معنی اور مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

أَوْ كَظُلُمَٰتٍ فِى بَحْرٍ لُّجِّىٍّ يَغْشَىٰهُ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِۦ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِۦ سَحَابٌ ۚ ظُلُمَٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَآ أَخْرَجَ يَدَهُۥ لَمْ يَكَدْ يَرَىٰهَا ۗ وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ ٱللَّهُ لَهُۥ نُورًا فَمَا لَهُۥ مِن نُّورٍ ﴿٤٠﴾

''یا (کافروں کے اعمال کی مثال ایسے ہے) جیسے تاریکیاں ان وسیع، گہرے موجوں والے سمندر میں جس میں لہر کے اوپر لہر چھا رہی ہو اور لہر کے اوپر ابرِ تاریکی، ایک تہہ کے اوپر ایک ابرِ تاریکی۔ جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھ پائے۔
اور جس کیلئے اللہ نور نہ رکھے اس کیلئے کوئی نور نہیں ہوتا''۔

قرآنِ مجید نے کافروں کے اعمال کو سمندروں کی گہرائی میں پائی جانے والی جس پنہاں حقیقت کے مثل آج سے چودہ سو سال قبل قرار دیا تھا آج اس مماثلت کی باریکی، نفاست اور نزاکت (precision) آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے۔ سائنسدانوں نے سمندروں میں جھانک لیا ہے۔ وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ گہرے سمندروں میں اوپر تلے اندرونی لہریں ہوتی ہیں اور تہہ بر تہہ اندھیرا ہوتا ہے۔ بڑے اور گہرے سمندروں میں گہرے اندھیرے کا ایک سبب یہ ہے کہ اسکی ایک تہہ کے بعد دوسری تہہ تک روشنی (visible light) کے رنگ بتدریج جذب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ روشنی کی شعاع سات رنگوں کا مجموعہ ہے جو قوس قزح میں دکھائی دیتے ہیں۔ ایسے سمندروں کی پہلی تہہ میں سرخ رنگ جذب ہو جاتا ہے اس لئے اگر ایک مخصوص گہرائی میں کسی غوطہ خور کا زخمی ہونے پر خون نکل آئے تو اسے خون دکھائی نہیں دے گا۔ اگلی تہہ تک شعاعوں کا اورنج رنگ پھر پیلا رنگ جذب ہو جائے گا۔ اور آخر میں نیلا رنگ بھی جذب ہو جائے گا جس کی وجہ سے تقریباً ایک ہزار میٹر کی گہرائی میں قطعی کوئی روشنی نہیں ہوتی۔ اندھیرا، تاریکی بتدریج تہہ بر تہہ بڑھتے ہوئے گھپ اندھیرا چھا جاتا ہے۔ ایسا اندھیرا کہ إِذَآ أَخْرَجَ يَدَهُۥ لَمْ يَكَدْ يَرَىٰهَا ۗ ''جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھ پائے وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ ٱللَّهُ لَهُۥ نُورًا فَمَا لَهُۥ مِن نُّورٍ ۝ اور جس کے لئے اللہ روشنی نہ رکھے اس کیلئے کوئی روشنی نہیں ہوتی' یارب! یہی سچ اور اٹل حقیقت ہے، اور تیری باتوں کو پڑھ کر خوف آتا ہے۔ چودہ سو سال قبل انسان سمندروں کی اس قدر گہرائی میں جھانک نہیں سکتا تھا۔ سورۃ نور کی آیت ۴۰ میں بتائی ہوئی حقیقت کو آنکھوں سے دیکھ کر دنیا سے تسلیم بھی انہی لوگوں نے کرایا ہے جن کے متعلق یہ تشبیہ دی گئی تھی لیکن پھر بھی کتاب لاریب، قرآنِ مجید کو تسلیم کرنے میں انہیں تذبذب ہے کہ قلوب میں اس قدر اندھیرا ہے کہ سامنے پڑے ''نور'' قرآنِ مجید کو دیکھ بھی نہیں سکتے۔ سچ ہے آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں یہ دل ہیں جو اندھے ہو جاتے ہیں۔ قرآنِ مجید نے ''نور''، یعنی دکھائی دینے والی روشنی (visible light) کو ہی وہ ذریعہ بنایا ہے جس سے انسان زندگی پانے پر دنیا میں چلتا پھرتا ہے۔

سورۃ الانعام کی آیت ۱۲۲ میں فرمایا:

أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُۥ نُورًا يَمْشِى بِهِۦ فِى ٱلنَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُۥ فِى ٱلظُّلُمَٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَٰفِرِينَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۲﴾

''اور کیا وہ جو مادی (قابل ذکر نہیں) شئے تھا، پھر ہم نے اسے زندگی دی اور اس کیلئے نور بنایا جس سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے اس کی مانند ہے جو اندھیروں میں ہے جن سے وہ نکل نہیں سکتا؟ مگر اسی طرح کافروں کیلئے ان کے کام خوشنما بنا دیئے گئے ہیں!''

نور راستہ دکھاتا اور راستے پر ڈالتا ہے۔

قرآنِ مجید نور ہے۔ نازل کہاں ہوا؟

نَزَّلَهُۥ عَلَىٰ قَلْبِكَ

''اسے بتدریج نازل کیا ہے آپ (ﷺ) کے قلب مبارک پر'' (حوالہ البقرۃ۔۹۷)۔

آقائے نامدار ﷺ کے قلب مبارک پر قرآنِ مجید نازل ہوا اور قلب مبارک اُس کا امین ہے جو نور ہے۔

وَٱتَّبَعُوا۟ ٱلنُّورَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ مَعَهُۥٓ ۙ

''اور اس نور (قرآنِ مجید) پر چلے جو ان (آقائے نامدار ﷺ) کے ساتھ نازل کیا گیا'' (حوالہ الاعراف۔۱۵۷)

وَٱلنُّورِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلْنَا ۚ

''اور اس نور (قرآنِ مجید) پر جو ہم نے نازل کیا'' (حوالہ التغابن۔۸)

موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی تھی

إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ

''ہم نے تورات نازل کی تھی جس میں ہدایت اور نور تھا'' (حوالہ المائدہ۔۴۴)

وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَٰرُونَ ٱلْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۴۸﴾

''اور ہم نے موسیٰ اور ھارون (علیہم السلام) کو بھی فرق کرنے والی کتاب دی جو ضیاء اور پرہیز گاروں کیلئے نصیحت تھی'' (الانبیاء۔۴۸)

تورات مبارک کو ضِيَآءً بھی کہا گیا اور الگ سے نور بھی۔ قرآنِ مجید لازوال تفسیر حقیقت ہے۔ یہ آدھی خبر اور آدھا سچ بیان نہیں کرتا۔ یہ بیانِ حقیقت ہے اور حقیقت ایک ایسا سچ ہے جس پر زمان و مکان اثر انداز نہیں ہوتے۔ تورات الواح پر لکھی ہوئی عطا ہوئی تھی جنہیں موسیٰ علیہ السلام اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے قوم میں واپس آئے تھے۔ ضیاء مجموعہ ہے نور یعنی دکھائی دینے والی روشنی اور حرارت کی لہروں کا

پتھر کی سلیں (الواح) حرارت (infrared radiation) کو جذب کرتی ہیں تو پھر حرارت کو خارج (emit) بھی کرتی ہیں۔

''تورات'' کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ یہ مادہ ''و ر ی'' سے ہے۔جس میں چھپنے اور ظاہر ہونے کے دونوں معنی پائے جاتے ہیں۔اس میں چھپانے اور ظاہر کرنے کے دونوں پہلو بیک وقت موجود ہوتے ہیں۔اس صورت میں ''تورات'' کے معنی اس کتاب کے ہوں گے جس میں سے حرارت اور روشنی حاصل کی جائے۔اور یہی معنی ''ضیاء'' کے ہیں۔حرارت کی لہریں پنہاں ہیں اور روشنی ظاہر (visible light) ہے۔

جس ہاتھ نے نور (الواح توریت) تھاما ہو وہ لوگوں کی نگاہوں میں بے داغ روشن چمکتا ہے اور جس قلب میں نور نازل ہو اس جسم کی رگوں میں نور دوڑتا ہے اور وہ سراپا سِرَاجًا مُّنِيرًا ہوتا ہے جو چار سو نور بکھیرتا ہے۔

وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿٤٦﴾

''اور (آپ ﷺ) اللہ کی طرف اس کی اجازت سے بلانے ولے، اور ایک نور بکھیرنے والے چراغ ہیں'' (الاحزاب۔۴۶)

اپنے آقا، آقائے نامدار ﷺ کو سراپا نور کہہ کر میں پکارتا ہوں تو کیا کسی ماہر لسان کو اس پر اعتراض ہونا چاہئے؟ قرآنِ مجید نے سورج کو ''سِرَاجًا'' اور قمر یعنی چاند کو مُنِيرًا کہا ہے (حوالہ الفرقان۔۶۱)۔ سورج سراپا روشنی ہے، یہ ضیاء، روشنی اور حرارت خارج (emit) کرتا ہے اور چاند روشنی خارج نہیں کرتا بلکہ منعکس کرتا ہے۔ چاند روشنی کے اکثر حصے کو جذب کر لیتا ہے اور کچھ حصے (شاید سات فیصد) کو منعکس کر دیتا ہے۔ لیکن اگر مُنِيرًا کو خصوصیت اور صفت سِرَاجًا'' کی بتائیں تو پھر یہ ایسے سراپا نور کو ظاہر کرے گا جو ملنے والے نور کو اپنے اندر جذب کر لینے والا نہیں بلکہ تمام کے تمام نور کو بکھیر دینے والا ہے۔آقائے نامدار ﷺ پر درود و سلام ہے ہر لمحہ صبح و شام کہ ان سے نور کی بارد کرنیں ہم تک آتی ہیں۔

سایہ ہلکا اندھیرا نہیں، سایہ اپنے آپ میں ایک حقیقت ہے۔ کیا اس شئے کا سایہ ہوسکتا ہے جو روشنی کو جذب نہ کرے؟ اور کیا اس کا سایہ ہوسکتا ہے جو تمام کی تمام روشنی، نور کو منعکس (Reflect) کر دے؟ قرآنِ مجید لازوال تفسیر حقیقت ہے۔ نور دکھائی دینے والی روشنی (visible light) ہے جو اندھیروں کو مٹا دیتی ہے۔ اور یہ بارد ہے کہ اس میں حرارت، تپش نہیں۔ اور یہی دنیا میں حیات (بذریعہ رزق، plant photosynthesis) کی ضامن ہے۔ لیکن اصل نور یہ ہے

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱسْتَجِيبُواْ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

''اے ایمان والو! اللہ اور رسول کو ہمہ تن گوش سنو جب وہ تمہیں اس بات کی طرف بلائے جو تمہیں حیات دے گی'' (حوالہ الانفال۔۲۴)

آقائے نامدار، رسولِ کریم ﷺ پر درود و سلام ہے ہر لمحہ صبح و شام جنہوں نے فرمایا ''میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کیلئے ہے''۔ ''میرا جینا اور میرا مرنا'' ہر ایک ایک لمحہ ہے۔ آپ ﷺ کا جسد مبارک ایک ایسی شئے ہے جسے یہ شکوہ نہیں ہو سکتا کہ اس کے مالک نے اُسے اپنے رب کے حضور سجدہ ریز نہیں ہونے دیا تھا۔

انسانی بدن (بشر) ایک شئے ہے جو انسان کی تحویل اور ملکیت میں ہے۔ بدن کی فطرت انسان کی فطرت نہیں ہے۔ انسان کے بدن کے سائے کا سجدہ اس انسان کا سجدہ نہیں ہے۔ انسان ارادے اور اختیار کا مالک ہے۔ ہستی کی بنیادی صفت ہی یہ ہے کہ آزاد اور فیصلوں میں خود مختار ہو اس لئے شئے کی مانند اس کی فطرت نہیں ہے۔ سربسجود ہونا انسان کی فطرت نہیں ہے۔ اس کی مرضی ہے کہ سجدہ ریز ہو یا سجدے سے انکار کرے۔ سورۃ الحج کی آیت ۱۸ میں فرمایا

أَلَمْ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ يَسْجُدُ لَهُۥ مَن فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَمَن فِى ٱلْأَرْضِ

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے

وَٱلشَّمْسُ وَٱلْقَمَرُ وَٱلنُّجُومُ

اور سورج، اور چاند اور ستارے

وَٱلْجِبَالُ وَٱلشَّجَرُ وَٱلدَّوَآبُّ

اور پہاڑ، اور درخت اور جانور

وَكَثِيرٌ مِّنَ ٱلنَّاسِ ۖ

اور بہت سے انسانوں میں سے''

اگر انسان بھی اشیاء، اشجار اور جانوروں کی مانند تقدیر اور فطرت کا مالک ہوتا تو ایسا نہ ہوتا کہ بعض تو سجدہ کرتے

وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ ٱلْعَذَابُ ۗ

''اور بہت سے انسانوں کیلئے (ان کے اپنے عمل، فیصلے کی بناء پر) عذاب لازم ہو چکا''

کائنات کی متحرک اشیاء سورج، چاند، ستارے اور پہاڑوں کے بعد ساکن حیات (اشجار) اور متحرک حیات (جانور) کیلئے ''مَـــن'' استعمال ہوا یعنی ان میں سے کوئی ایک بھی آزاد نہیں جس سے واضح ہے کہ ان سب کی ایک متعین فطرت ہے لیکن انسان کو سب سے آخر میں بیان فرمایا کہ وہ شئے اور حیات کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے اور ہستی، شخصیت کا مالک ہے اس لئے جبر، فطرت، تقدیر کی زنجیروں میں جکڑا ہوا نہیں کہ مرضی اور رضامندی کے بغیر بھی کسی کو سجدہ کرنے پر مجبور کیا جائے چاہے وہ اس کا اپنا خالق اللہ رب العزت ہی کیوں نہ ہو۔

یارب! تونے ہماری اتنی قدر کی، اس قدر خود مختار بنایا کہ حق تو یہ ہے ہم اپنی پیشانی کو تیرے حضور ہر وقت جھکائے رکھیں لیکن تو سچ کہتا ہے مَا قَدَرُواْ ٱللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِۦٓ ہم نے اللہ کی وہ قدر نہیں کی جتنی اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔ دوستو! آئیں اس قدر عزت بخشنے اور مکرم کرنے پر اپنے خالق، رب کو ایک سجدہ شکر تو کریں۔ اللہ تعالیٰ کا سورۃ النحل کی آیت ۴۹ (آیت سجدہ) میں فرمان ہے

وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ مِن دَآبَّةٍ

''اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں آسمانوں اور زمین میں جو جانور بھی ہیں'' (حوالہ النحل۔۴۹)

آئیں اپنے رب کے سامنے شوق و رغبت سے سر بسجود ہوں۔ بابا بلھے شاہ نے شاید اسی اطلاع پر تڑپ کر کچھ یوں کہا تھا

''اُٹھ وے بھلیا بازی لے گئے نی کتے''